بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ مہینہ کے نظرات پڑھ کر محب دیرینہ لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب نے جو علوم جدیدہ اور اسلامیات دونوں کے نامور اور متعارف فاضل ہیں ایک بہت طویل خط لکھا ہے جو "اسلام اور سائنس" پر ایک اچھا خاصہ مقالہ ہے ہم ذیل میں اس خط کے صرف چیدہ چیدہ ٹکڑے نقل کرتے ہیں جو متعلقہ نظرات پر حاشیہ یا ضمیمہ کی حیثیت رکھتے ہیں قارئین برہان کے لئے وہ دل چسپ بھی ہوں گے اور مفید بھی۔

موصوف لکھتے ہیں "برہان ملا۔ نظرات پڑھے۔ طبیعت پھڑک کر رہ گئی۔ سبحان اللہ! آپ نے کیا عمدہ بات لکھی ہے اس برّاعظم میں کتنے علامہ ہیں جو اس انداز سے فکر کرنے کے عادی ہیں۔ جس طرح آپ نے اس اہم پہلو پر غور فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ میں اس وقت مضمون لکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں البتہ چند سطریں آپ کی تائید میں لکھتا ہوں۔ عنایت اللہ صاحب مشرقی (بانی تحریک خاکسار) اس صدی کے اوائل میں لندن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور سر جیمز جینز کے شاگرد تھے۔ اس زمانہ میں مادیت کا دور دورہ تھا اور سر جیمز خود بہت بڑا مادہ پرست تھا۔ ایک مرتبہ اتوار کے دن مشرقی صاحب نے دیکھا کہ سر جیمز انجیل بغل میں دبائے گرجا جا رہے ہیں۔ مشرقی صاحب نے پوچھا "تعلیم اور عمل میں یہ تضاد کیسا؟" سر جیمز نے کہا "شام کو چائے پر آؤ تو میں سمجھا دوں گا" مشرقی صاحب حسب قرارداد پہنچے سر جیمز نے کہا "مشرقی! تم تصور کرو کہ چھ گولے ہوا میں معلق ہیں۔ جو فضا میں ایک دوسرے کے ارد گرد گھوم رہے ہیں اور آپس میں ٹکراتے نہیں۔ پھر یہ بھی تصور کرو کہ ان گولوں میں سے ہر ایک گولے کے ارد گرد اسی طرح کے اور چھ گولے ہیں جو اسی طرح ایک دوسرے کے ارد گرد گھوم رہے ہیں اور اسی تصور کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جاؤ۔ پھر یہ بھی تصور کرو کہ ان میں کا ہر گولہ کرۂ ارض سے بڑا ہے۔ اب میں ان تمام باتوں پر غور کرتا ہوں تو پھر یہ کس طرح باور کر سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ یوں ہی ہو گیا اور ان کا کوئی صانع

اور خالق نہیں ہے" مشرقی صاحب بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے۔ بولے "یہ بات جو آپ نے کہی قرآن بھی تو یہی کہتا ہے" پوچھا "وہ کس طرح" جواب دیا "دیکھئے قرآن کہتا ہے۔" ومن الجبال جُدَدٌ بِيضٌ وحُمرٌ مُختلفٌ الوانها وغرابيب سودٌ = الآیہ۔ سر جینز نے سن کر کہا کہ مشرقی! اگر یہ آیت قرآن میں ہے تو پھر میں بھی مسلمان ہوں" (مشرقی صاحب نے غالباً یہ آیت اختلاف و تعدد اوضاع اور اتحادِ نوع کی مناسبت سے پڑھی ورنہ جینز نے جو بات کہی تھی اُسی مضمون کی قرآن میں دوسری آیتیں ہیں) (برہان)

یہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ آپ اس پر غور فرمائیے حقیقت یہ ہے کہ سائنس نے اب انسان کو ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں خدا کو ماننے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ ابھی چند روز ہوئے میں ایک کتاب Immanuel Velikovsky جو Worlds in Collision کی تصنیف ہے پڑھ رہا تھا مصنف نے اس میں تخلیقِ کائنات کی مذہبی روایات پر سائنس کے نقطۂ نظر سے بڑی عمدہ بحث کی ہے اور تاریخ میں ایک نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ آپ نے نظرات میں قیامت کے دن ہاتھ پاؤں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ الکس کیرل کی کتاب Man the unknown آپ نے پڑھی ہے آپ نے دیکھا ہوگا وہ کس خوبی سے ثابت کرتا ہے کہ اگرچہ ہمارے اعمال کا اثر بظاہر زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ہمارے بدن اور ذہن پر اپنے ایسے اثرات اور نشانات چھوڑ جاتے ہیں جو قیامت تک فنا نہیں ہوتے۔

آپ نے انرجی کا ذکر کیا ہے۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ایٹم کی ایجاد کے بعد پرانا نظریہ بالکل بدل گیا ہے۔ اب مادہ اور انرجی دو متضاد چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ انرجی مادہ بنتی رہتی ہے اور مادہ انرجی۔ پہلے لوگ پوچھتے تھے کہ مادہ کہاں سے آیا اور کہتے تھے کہ مادہ کی حرکت سے انرجی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ مادہ میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ مادہ کی

حرکت سے نہ صرف انرجی پیدا ہوتی ہے بلکہ انرجی بھی ساتھ ساتھ مادہ بنتی چلی جاتی ہے۔ گویا مادیت کا خاتمہ خود مادیت کے ہاتوں ہو گیا۔

اب جو چیز رہ گئی وہ صرف انرجی ہی انرجی ہے یعنی روحانیت!

آپ نے ایٹم کے ذکر میں ایک مصرعہ "لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں" لکھا ہے تو یہ مصرعہ اقبال کا ہے حال میں اٹیم کا جو پہلا فوٹو لیا گیا ہے وہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک کائنات ہے جو شمس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ذرہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدلؔ نے اس حقیقت کو پہلے ہی پالیا ہے۔ غور کیجئے کیا خوب لکھتے ہیں:۔

یقینم شد کہ در ہر قطرہ جان ست نہاں در ہر کفِ ذرہ جہان ست

ایں دل حیرت سرا از نقش قدر تہا پرست ذرہ از سامانِ مہر و قطرہ از دریا پرست

اللہ اکبر! ایٹم تو اب معکوس ہوا حقیقت پہلے ہی بیدلؔ بیان کر گیا

لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض ولا اصغر من ذالك ولا اکبر الا فی کتاب مبین ۰

آخر میں پھر ایک مرتبہ میں اظہار مسرت کرتا ہوں اور آپ کے نظرات کی داد دیتا ہوں کہ آپ نے بڑے اہم معاملہ کی طرف توجہ دلائی۔"

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک جدید علم الکلام کی کتنی شدید ضرورت ہے جس میں سائنس اور دوسرے علومِ جدیدہ کی روشنی میں قدیم علم الکلام کی طرح صرف اسلام کے مابعد الطبیعاتی مسائل سے بحث نہ ہو۔ بلکہ اُس کی عملی۔ اخلاقی اور معاشرتی و معاشی تعلیمات سے بھی بحث ہو فرمایا گیا تھا "کلموا الناس حسب عقولھم" اس پر گلوں نے اس طرح عمل کیا کہ فلسفۂ قدیم کی زبان میں گفتگو کی۔ لیکن اب یہ زبان بدل گئی ہے اور اس کی جگہ سائنس اور علومِ جدیدہ نے لے لی ہے تو ضرورت ہے کہ اس نئی زبان میں گفتگو کا سلیقہ پیدا کیا جائے اور یہ وہی کر سکتا ہے جو علومِ اسلامیہ اور علومِ جدیدہ دونوں سے واقف ہو۔